حرف و سخن
ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں یتامی کا تصورِ کفالت

The Concept of Guardianship of Orphans in the Light of Islamic Teachings

جمیلہ*

عدنان**

Abstract:

Islam offers a holistic approach to life that prioritizes human welfare, equality, justice, and cooperation, ensuring that everyone's rights are protected within the community. Among those who need special attention are orphans, who often lack parental especially paternal support and must navigate life's hurdles largely on their own. The Holy Qur'an and the teachings of the Prophet emphasize the importance of caring for orphans, highlighting their protection and the kindness they deserve. The Prophet Muhammad (peace be upon him) beautifully illustrated this bond by saying, "I and the sponsor of an orphan will be together in Paradise like this," while joining two fingers to symbolize their closeness.

In Islamic culture, looking after orphans goes beyond just a social duty; it's seen as an act of worship and a way to draw closer to God. Education is particularly emphasized, as it equips these vulnerable children to become self-sufficient, morally grounded, and valuable members of society. In today's world, where education is key to progress and social mobility, meeting the educational needs of orphans is more important than ever. The Qur'an and Sunnah consistently stress the need to protect orphans' rights and property, ensuring they receive the education and training necessary to lead dignified and independent lives, despite their challenging circumstances.

Keywords: *Orphan Care, Islamic Teachings, Rights of Orphans, Education and Training, Social Welfare*

اسلامی تعلیمات میں یتیم کی کفالت اور اس کے حقوق کا تصور بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآنِ مجید نے متعدد مقامات پر یتیموں کے ساتھ حسنِ سلوک، ان کے مال و جائیداد کی حفاظت اور ان کی کفالت کرنے والوں کے لئے عظیم اجر کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ یتیم کا مفہوم اور اس کی لغوی و اصطلاحی تحقیق نہ صرف لسانی اعتبار سے اہم ہے بلکہ فقہی اور عملی پہلوؤں سے بھی اس کا جاننا ناگزیر ہے۔

بحثِ اوّل: یتیم کا مادہ اور لغوی معنی

لفظ "یتیم" عربی زبان سے ماخوذ ہے۔ "یتیم" کا مادہ "ي ت م" ہے جو کہ "يَتُم" سے نکلا ہے۔ عربی لغت میں "یتم" کے معنی تنہا ہونے، بے سہارا رہ جانے اور منفرد ہونے کے ہیں۔

لسان العرب میں ابن منظورؒ[1] لکھتے ہیں:

"اليتيم في الناس من قِبَل الأب، وفي البهائم من قِبَل الأم، وكلُّ منفردٍ يتيم"[2]

*لیکچرر، شعبہ اسلامیات، گورنمنٹ گرلز ڈگری کالج، چملہ، بونیر

**لیکچرر، خیبر لاء کالج، یونیورسٹی آف پشاور

"انسانوں میں یتیم اس کو کہتے ہیں جس کا باپ فوت ہو جائے، اور جانوروں میں یتیم وہ ہوتا ہے جس کی ماں مر جائے۔ اور ہر منفرد و تنہا کو بھی یتیم کہا جاتا ہے"۔

القاموس المحیط میں فیروزآبادیؒ[3] بیان کرتے ہیں:

"اليُتم: الانفراد والفقد للأب من الناس وللأم من البهائم" [4]

تاج العروس میں علامہ زبیدیؒ[5] نے ذکر کیا ہے:

"اليُتم في اللغة الانفراد، واليتيم من الناس من فقد أباه قبل البلوغ" [6]

یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ لغوی طور پر یتیم کے معنی تنہا، بے سہارا اور باپ سے محروم بچے کے ہیں۔

فارسی زبان میں بھی "یتیم" کا مفہوم عربی کے قریب تر ہے۔ لغت نامہ دہخدا میں درج ہے:

"یتیم: آن که پدرش مرده باشد؛ بی کس و بی یار" [7]

فرہنگ عمید میں آیا ہے:

"یتیم: کودکی که پدر خود را از دست داده باشد" [8]

اردو میں بھی "یتیم" کا مفہوم وہی ہے جو عربی اور فارسی میں ملتا ہے، یعنی باپ کے سائے سے محروم بچہ۔

فیروز اللغات میں درج ہے:

"یتیم: وہ بچہ جس کا باپ مر گیا ہو؛ بے سہارا؛ لاوارث۔" [9]

نور اللغات میں ہے:

"یتیم: وہ لڑکا جس کا باپ مر گیا ہو اور جو بلوغت سے پہلے ہو۔" [10]

بحثِ دوم: یتیم کی اصطلاحی تحقیق

فقہی اعتبار سے یتیم کی تعریف میں یہ بات بنیادی ہے کہ باپ کے انتقال کے بعد بچہ نابالغ ہو۔

فقہ حنفی میں علامہ مرغینانیؒ[11] لکھتے ہیں:

"اليَتيمُ من مات أبوه وهو صغير لم يبلغ." [12]

فقہ شافعی میں امام نوویؒ[13] فرماتے ہیں:

"اليَتيمُ من الأَولادِ مَن مات أَبوه قبل البلوغ." [14]

فقہ مالکی میں بھی یہی اصول ملتا ہے:

"اليُتْم هو فَقد الأب قبل البلوغ." [15]

فقہ حنبلی میں ابن قدامہؒ[16] لکھتے ہیں:

"اليَتيمُ من الأَطفالِ مَن مات أبوه قبل أن يحتلم." [17]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

بحثِ سوم: مفسرین کی آراء

قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں یتیم کا ذکر آیا ہے۔ مفسرین نے اس کی وضاحت کی ہے کہ قرآن میں یتیم سے مراد وہ بچہ ہے جو باپ کے سائے سے محروم ہو اور ابھی بلوغت تک نہ پہنچا ہو۔ امام فخر الدین الرازیؒ[18] نے لکھا:

"اليتيم هو الصغير الذي فقد أباه قبل البلوغ."[19]

امام قرطبیؒ[20] فرماتے ہیں:

"اليُتْم في بني آدم من جهة الأب، ولا يُسمى من فقد أمه يتيماً."[21]

قرآنِ مجید میں کفالتِ یتیم کی آیات

1. یتیم کے مال کی حفاظت

﴿وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ﴾[22]

"اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔"

امام طبریؒ[23] لکھتے ہیں:

''اللهُ تَعَالَىٰ نَهَىٰ عَنِ الاقْتِرَابِ مِنْ مَالِ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ، كَالتِّجَارَةِ أَوِ الْحِفْظِ عَلَيْهِ''[24]

"اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کے قریب جانے سے منع کیا مگر ایسے کام کے ساتھ جو اس کے حق میں بہتر ہو، جیسے تجارت یا اس کی حفاظت۔"

علامہ زمخشریؒ[25] فرماتے ہیں:

''إِنَّ هٰذِهِ النَّهْيَ تَتَضَمَّنُ وَعِيدًا شَدِيدًا، أَلَّا يَتَصَرَّفَ أَحَدٌ فِي مَالِ الْيَتِيمِ بِحَسَبِ هَوَاهُ، بَلْ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ تَصَرُّفُهُ فِيمَا فِيهِ مَصْلَحَةٌ لِلْيَتِيمِ''[26]

"یہ نہی اصل میں سخت وعید ہے کہ کوئی یتیم کے مال کو اپنی خواہش کے مطابق استعمال نہ کرے بلکہ صرف اس کے مفاد میں۔"

2. یتیم کے مال کو کھانے کی وعید

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[27]

"بے شک وہ لوگ جو ظلم سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں، اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ میں جائیں گے۔"

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''تَدُلُّ هٰذِهِ الْوَعِيدُ عَلَى أَنَّ أَكْلَ مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ مِنَ الْكَبَائِرِ''[28]

"یہ وعید اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یتیم کا مال ناحق کھانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔"

ابن کثیرؒ[29] فرماتے ہیں:

’’إِنَّ مَنْ يَأْكُلُ مَالَ الْيَتِيمِ ظُلْمًا يُعَدُّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُ يَأْكُلُ نَارًا‘‘[30]

"یتیم کا مال ظلم سے کھانے والا قیامت کے دن آگ کھانے والا شمار ہو گا۔"

3. یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک

﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾[31]

"پس یتیم پر سختی نہ کرو۔"

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

’’إِضْطِهَادُ الْيَتِيمِ أَوِ الْقَسْوَةُ عَلَيْهِ مَمْقُوتَةٌ عِندَ اللهِ تَعَالَى، لِأَنَّهُ ضَعِيفٌ لَا نَاصِرَ لَهُ وَلَا مُعِينَ‘‘[32]

"یتیم کو دبانا یا اس کے ساتھ سختی کرنا اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہے، کیونکہ وہ بے سہارا اور کمزور ہوتا ہے۔"

ابن عاشورؒ[33] نے کہا:

’’فِي هٰذِهِ الْآيَةِ دَرْسٌ عَظِيمٌ مِنْ أَسْمَى مَبَادِئِ الْأَخْلَاقِ الِاجْتِمَاعِيَّةِ، وَهُوَ أَنَّ الظُّلْمَ أَوِ الْقَسْوَةَ عَلَى الْيَتِيمِ مُنَافِيَةٌ لِلْإِنْسَانِيَّةِ‘‘ [34]

"اس آیت میں معاشرتی اخلاق کا اعلیٰ ترین سبق دیا گیا ہے کہ یتیم پر ظلم یا سختی کرنا انسانیت کے خلاف ہے۔"

4. یتیموں کو ان کا مال دینا

﴿وَآتُوا الْيَتَامَى أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيثَ بِالطَّيِّبِ﴾[35]

"اور یتیموں کو ان کا مال دو اور خبیث کو طیب کے ساتھ نہ بدلو۔"

علامہ طبریؒ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

’’أَمَرَ اللهُ تَعَالَى أَنْ يُرَدَّ مَالُ الْيَتِيمِ إِلَيْهِ عِندَ بُلُوغِهِ، وَلَا يُخْتَلَطَ بِأَمْوَالِ النَّاسِ‘‘[36]

"اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ یتیم کا مال اس کے بالغ ہونے پر اسے واپس کیا جائے اور اسے اپنی چیزوں میں شامل نہ کیا جائے۔"

5. یتیم کی اصلاح اور پرورش

﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَى قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ﴾[37]

"اور وہ تجھ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ ان کی اصلاح بہتر ہے، اور اگر تم ان کے ساتھ مل جاؤ تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔"

علامہ ابن کثیرؒ اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

’’وَالْمُرَادُ بِإِصْلَاحِ الْيَتِيمِ هُوَ تَنْمِيَةُ مَالِهِ، وَتَرْبِيَتُهُ، وَمُعَامَلَتُهُ بِحُسْنِ السُّلُوكِ‘‘[38]

"یتیم کی اصلاح سے مراد یہ ہے کہ ان کے مال کو ترقی دینا، ان کی تربیت کرنا اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا۔"

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

6. یتیم کی حق تلفی کی مذمت

﴿كَلَّا بَل لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ﴾[39]

"ہرگز نہیں! بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔"

علامہ زمخشریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:

''تُبَيِّنُ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلامَةَ انْحِطَاطِ الْمُجْتَمَعِ، وَهِيَ أَنَّ النَّاسَ لَا يُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ''[40]

"یہ آیت معاشرے کے زوال کی نشانی بیان کرتی ہے کہ لوگ یتیم کو عزت نہیں دیتے۔"

قرآنِ مجید کے بعد احادیثِ نبوی ﷺ اسلامی تعلیمات کا دوسرا اہم ماخذ ہیں۔ قرآن نے یتیم کی کفالت اور اس کے حقوق کی بار بار تاکید کی، اور حضور اکرم ﷺ نے اپنی احادیث اور عملی سنت کے ذریعے اس تعلیم کو مزید واضح اور جامع انداز میں بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے یتیم کے حقوق کی حفاظت، اس کی پرورش و تربیت اور اس کے ساتھ حسنِ سلوک کو ایمان و نجات کے ساتھ جوڑ دیا

یتیم کی کفالت پر اجر

1. جنت میں رفاقت کا وعدہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيمِ فِي الْجَنَّةِ هٰكَذَا» [41]

"اور آپ ﷺ نے شہادت اور وسطی انگلی کو ملا دیا"۔

امام ابن حجر عسقلانیؒ[42] اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

''تَدُلُّ هٰذِهِ الْحَدِيثُ عَلَى أَنَّ مَنْ يَكْفُلُ الْيَتِيمَ يَكُونُ قَرِيبًا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْجَنَّةِ، وَهٰذِهِ الْقُرْبَةُ تُعَدُّ مِنْ أَعْلَى دَرَجَاتِ الْبِرِّ وَالصَّالِحَاتِ''[43]

"یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یتیم کی کفالت کرنے والا شخص جنت میں نبی کریم ﷺ کے قریب ترین ہوگا، اور یہ قربت اعلیٰ درجے کی نیکیوں میں شمار ہے۔"

2. سخت دل کے علاج کا نسخہ

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے اپنے سخت دل کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"إِنْ أَرَدْتَ أَنْ يَلِينَ قَلْبُكَ، فَأَطْعِمِ الْمِسْكِينَ، وَامْسَحْ رَأْسَ الْيَتِيمِ" [44]

"اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے تو مسکین کو کھانا کھلاؤ اور یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو"۔

امام مناویؒ[45] اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

''إِنَّ مَسْحَ الْيَتِيمِ على رَأْسِهِ يُدخِلُ السُّكُونَ فِي قَلْبِهِ، ويُورِثُ اللِّينَ فِي قَلْبِ الكَفِيلِ''[46]

"یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرنے میں اس کے دل کو سکون ملتا ہے اور کفیل کے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے۔"

3. بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم ہو

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُحْسَنُ إِلَيْهِ، وَشَرُّ بَيْتٍ فِي الْمُسْلِمِينَ بَيْتٌ فِيهِ يَتِيمٌ يُسَاءُ إِلَيْهِ»[47]

"مسلمانوں میں سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کی عزت کی جاتی ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہو، اور بدترین گھر وہ ہے جہاں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو"۔

جلال الدین سیوطیؒ[48] نے اس حدیث کو یتیم کی عزت و تکریم کی بنیاد قرار دیا ہے۔[49]

4. یتیم کی سرپرستی اور تربیت

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتَّى تَبْلُغَا، جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَنَا وَهُوَ» وَضَمَّ أَصَابِعَهُ[50]

"جس شخص نے دو لونڈیوں (یا بیٹیوں) کی پرورش کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہو گئیں، تو قیامت کے دن وہ اور میں یوں ہوں گے" اور آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا"۔

امام نوویؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

"إِنَّ هَذِهِ الحَدِيثَ لَا تَخْتَصُّ بِالْيَتِيمَاتِ فَقَطْ، بَلْ تَنْطَبِقُ عَلَى كُلِّ طِفْلٍ أَوْ طِفْلَةٍ لَا سَنَدَ لَهُمَا، فَتَرْبِيَتُهُمَا تُعَدُّ مِنْ كَفَالَةِ الْيَتِيمِ"[51]

"یہ حدیث صرف یتیم لڑکیوں پر نہیں بلکہ ہر بے سہارا بچے اور بچی پر اطلاق پاتی ہے، اس کی پرورش کفالتِ یتیم میں شامل ہے۔"

یتیم کے حقوق کی حفاظت پر وعید

1. یتیم پر ظلم کرنے کی وعید

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ: الْيَتِيمِ، وَالْمَرْأَةِ "[52]

"اے اللہ! میں کمزوروں کے حقوق کے بارے میں خاص طور پر تاکید کرتا ہوں: یتیم اور عورت کے"۔

2. یتیم کے مال میں خیانت کرنے پر سزا

آپ ﷺ نے فرمایا:

«اجْتَنِبُوا السَّبْعَ المُوبِقَاتِ»، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ: «الشِّرْكُ بِاللَّهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ اليَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ المُحْصَنَاتِ المُؤْمِنَاتِ الغَافِلاَتِ»[53]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

"سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔" صحابہؓ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! وہ کون سے ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا:
"اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی بے گناہ جان کو ناحق قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا، اور پاک دامن، بے خبر، مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔"

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں:

''يَظْهَرُ مِنْ هَذَا الحَدِيثِ أَنَّ أَكْلَ مَالِ اليَتِيمِ مِنَ الكَبَائِرِ، وَعَلَيْهِ عِقَابٌ شَدِيدٌ مِنَ اللهِ تَعَالَى''[54]

"اس حدیث سے ظاہر ہے کہ یتیم کا مال کھانا کبیرہ گناہوں میں شامل ہے اور اس پر اللہ کی سخت پکڑ ہے۔"

اسلامی فقہ میں یتیم کے مسائل کو ایک مستقل اہمیت حاصل ہے۔ قرآن و سنت نے یتیم کے ساتھ حسنِ سلوک، اس کے مال کی حفاظت اور اس کی تربیت کو نہ صرف ایک اخلاقی فریضہ قرار دیا بلکہ قانونی و شرعی حیثیت بھی عطا کی۔ فقہاء نے قرآن کے ان احکام کو تفصیل سے بیان کیا اور ان کے عملی تقاضوں کو واضح کیا۔ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی کے بنیادی مصادر میں یتیم کے مسائل کو وصایا، نکاح، قضاء اور معاملات کے ابواب میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ذیل میں فقہاء کے اقوال کی روشنی میں یتیم کے احکام کو قلمبند کیا جاتا ہے:

بحثِ چہارم: فقہ حنفی میں یتیم کے مسائل

یتیم کے مال کی حفاظت کے حوالے سے علامہ کاسانیؒ[55] فرماتے ہیں:

"وَإِذَا تُرِكَ الْيَتِيمُ وَلَهُ مَالٌ جُعِلَ لَهُ قَيِّمٌ يَحْفَظُ عَلَيْهِ مَالَهُ، لِقَوْلِهِ تَعَالَى: وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ" [56]

"اور جب یتیم کو (اس کے سرپرستوں کے حوالے سے) چھوڑا جائے اور اس کے پاس مال ہو، تو اس کے لیے ایک قَیِّم (نگہبان یا سرپرست) مقرر کیا جائے جو اس کے مال کی حفاظت کرے، اس فرمانِ باری تعالیٰ کے مطابق: "اور یتیم کے مال کے قریب نہ جاؤ مگر اس طریقے سے جو بہتر ہو"۔

یہ اصول فقہی اعتبار سے ایک نہایت اہم قاعدہ بیان کرتا ہے، جس کے مطابق یتیم کے مال پر کسی فرد کو از خود قبضہ یا تصرف کا حق حاصل نہیں، بلکہ جب یتیم کو چھوڑا جائے اور اس کے پاس مال موجود ہو تو قاضی یا ریاستی نمائندہ اس کے لیے ایک قَیِّم (سرپرست یا نگران) مقرر کرے جو اس کے مال کی حفاظت اور منافع کی درست نگرانی کرے۔ فقہائے حنفیہ نے اس اصول سے یہ قاعدہ اخذ کیا کہ "حفظُ مالِ الیتیم" صرف ایک اخلاقی یا انفرادی ذمہ داری نہیں، بلکہ ایک قانونی اور سماجی فریضہ بھی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ معاشرے اور ریاست دونوں پر لازم ہے کہ وہ یتیموں کے حقوق اور اموال کے تحفظ کے لیے مؤثر نظام قائم کریں، تاکہ ان کے مال میں کسی قسم کی زیادتی، ضیاع یا غیر منصفانہ تصرف نہ ہو۔

یہ اصول دراصل عدلِ اجتماعی اور ضمانِ حقوق کے اسلامی تصور کو بھی ظاہر کرتا ہے، جس میں کمزور طبقوں، خصوصاً یتیموں کے مالی مفادات کی نگہداشت کو ایک اجتماعی ذمہ داری کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔

فقہ حنفی میں یتیم پر ولایت سب سے پہلے اس کے باپ کو ہے، اگر وہ نہ ہو تو دادا، اور اگر یہ دونوں نہ ہوں تو قاضی کی ولایت ہو گی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

چنانچہ علامہ سرخسیؒ[57] فرماتے ہیں:

"إذَا لَمْ يَكُنْ لِلصَّبِيِّ أَبٌ وَلَا جَدٌّ يُقِيمُهُ الْقَاضِي قَيِّمًا يَكُونُ أَمِينًا عَلَيْهِ." [58]

"اگر بچے کا نہ باپ ہو اور نہ دادا، تو قاضی اس پر ایک امانت دار قَیِّم (نگہبان یا سرپرست) مقرر کرے گا جو اس کے معاملات کی دیکھ بھال کرے۔"

اس اقتباس سے یہ اصولی حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ یتیم کا سرپرست (قَیِّم) محض ایک منتظم یا محافظ نہیں بلکہ ایک "اَمین" (امانت دار) ہوتا ہے۔ اس کی حیثیت ایسی شخص کی ہے جسے قاضی یا شرعی عدالت نے یتیم کے مال و مفاد کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہو۔ چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ یتیم کے مال میں نہ کسی قسم کی خیانت کرے، نہ بلا اجازت تصرف کرے، اور نہ ہی ذاتی مفاد کے لیے اسے استعمال کرے۔

فقہی طور پر امانت کا مفہوم یہ ہے کہ جو چیز کسی کے پاس ودیعت یا ذمہ داری کے طور پر رکھی جائے، وہ اس میں صرف اس حد تک تصرف کرے جو شرعاً یا عرفاً جائز ہو۔ لہٰذا قَیِّم کا کردار محض انتظامی نہیں، بلکہ شرعی اور اخلاقی امانت پر مبنی ہوتا ہے۔ اگر وہ خیانت کرے تو وہ نہ صرف گناہگار بلکہ ضمان (تاوان) کا بھی ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔

اس سے فقہائے حنفیہ نے یہ اصول اخذ کیا کہ قَیِّم اور ولی کا منصب امانت ہے، ملکیت نہیں؛ وہ یتیم کے مال پر مالک نہیں بلکہ اس کے حقوق کے محافظ ہیں۔ یہی تصور اسلامی نظامِ عدل و قضاء میں حفظِ حقوقِ یتامیٰ اور امانت داری کے فریضے کی اساس بناتا ہے۔

حنفیہ کے نزدیک ولی یتیم کے مال کو نفع بخش تجارت میں لگا سکتا ہے تاکہ مال ضائع نہ ہو۔ لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ: 1. تجارت شریعت کے اصول کے مطابق ہو۔ 2. نفع یتیم کا ہوگا، نقصان ولی پر آئے گا۔

بحثِ پنجم: فقہ شافعی میں یتیم کے مسائل

یتیم کی مال کی حفاظت کے حوالہ سے علامہ نوویؒ[59] لکھتے ہیں:

"يَجِبُ عَلَى الْوَلِيِّ حِفْظُ مَالِ الْيَتِيمِ وَإِنْمَاؤُهُ، وَيَحْرُمُ عَلَيْهِ أَكْلُهُ إِلَّا بِقَدْرِ أُجْرَتِهِ"[60]

"ولی پر لازم ہے کہ وہ یتیم کے مال کی حفاظت کرے اور اسے بڑھانے (نفع آور بنانے) کی کوشش کرے، اور اس کے لیے یتیم کے مال میں سے کھانا (استفادہ کرنا) اُس پر حرام ہے، سوائے اس مقدار کے جو اس کی اجرت کے برابر ہو۔"

یعنی ولی پر واجب ہے کہ وہ یتیم کے مال کی حفاظت کرے اور اگر ممکن ہو تو اسے بڑھائے، لیکن اس کے لیے اس مال کو کھانا حرام ہے سوائے اپنی محنت کے بقدر اجرت کے۔

فقہ شافعی میں یتیم بچی کا نکاح ولی کے بغیر صحیح نہیں۔ امام شافعیؒ[61] فرماتے ہیں:

"النِّكَاحُ لَا يَصِحُّ إِلَّا بِوَلِيٍّ، وَإِنْ كَانَتِ الْمَرْأَةُ يَتِيمَةً" [62]

"نکاح اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک (عورت کے لیے) کوئی ولی نہ ہو، خواہ وہ عورت یتیم ہی کیوں نہ ہو"۔

یہ قاعدہ اسلامی فقہ کے بنیادی اصولوں میں سے ہے، خصوصاً فقہائے اہلِ سنت کے نزدیک۔ اس کے مطابق عورت کا نکاح اس کے ولی کی اجازت اور موجودگی کے بغیر شرعاً درست نہیں۔ اگر عورت یتیم ہو — یعنی اس کا باپ یا قریبی سرپرست موجود نہ ہو تب بھی قاضی (جج) یا شرعی طور پر مقرر کردہ ولی اس کی سرپرستی میں نکاح کروائے گا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

یہ حکم اس لیے رکھا گیا ہے کہ یتیم عورت کے مفاد، عزت اور حقوق کی حفاظت کی جائے، کیونکہ وہ عموماً کمزور ہوتی ہے اور خود اپنے حقِ نکاح کے بارے میں مکمل بصیرت یا تحفظ نہیں رکھتی۔ اس طرح شریعت نے ولی کو محض رسمی اجازت دہندہ نہیں، بلکہ محافظ اور خیر خواہ کے طور پر مقرر کیا ہے، تاکہ نکاح کے معاملے میں کسی قسم کا ظلم، فریب یا استحصال نہ ہو۔ فقہی اعتبار سے اس قاعدے سے یہ اصول اخذ ہوتا ہے کہ ولی کا وجود نکاح کی شرائطِ صحت میں شامل ہے، لہٰذا بغیر ولی کے نکاح کو باطل یا فاسد قرار دیا جاتا ہے۔ شافعیہ کے نزدیک بھی ترتیب وہی ہے جو احناف کے ہاں ہے: باپ، پھر دادا، پھر قاضی۔

بحثِ ششم: فقہ مالکی میں یتیم کے مسائل

فقہ مالکی کی بنیادی کتب میں "مال الیتیم" کی حفاظت اور "رشد" کے بغیر مال کی حوالگی کی ممانعت بار بار ذکر ہوئی ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ[63] اپنی الموطا میں لکھتے ہیں:

"وَلَا يُمَكَّنُ الْيَتِيمُ مِنْ مَالِهِ حَتَّى يُؤْنَسَ مِنْهُ الرُّشْدُ، فَإِذَا بَلَغَ وَرُئِيَ مِنْهُ الرُّشْدُ دُفِعَ إِلَيْهِ مَالُهُ" [64]

"یتیم کو اس کا مال نہیں دیا جائے گا جب تک اس میں رشد نہ دیکھی جائے، لیکن جب وہ بالغ ہو جائے اور رشد ظاہر ہو تو اس کا مال اسے دے دیا جائے گا"۔

یہی اصول قرآن کی آیت ﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَى حَتَّى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ﴾[65] "اور یتیموں کی آزمائش اور پرکھ کرو جب تک کہ وہ نکاح کی عمر تک پہنچ جائیں، پھر اگر تم دیکھو کہ ان میں رشاد اور عقل و شعور پیدا ہو گیا ہے، تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو۔" کی عملی تطبیق ہے۔ مالکیہ کے نزدیک اگر باپ وصی مقرر کرے تو وہ سب سے مقدم ہو گا۔ اگر وصی نہ ہو تو دادا، اور اگر یہ بھی نہ ہو تو قاضی کو حق حاصل ہو گا۔ چنانچہ ابن عبد البرؒ[66] فرماتے ہیں:

"الْأَصْلُ فِي ذَلِكَ الْأَبُ، فَإِنْ عُدِمَ فَالْجَدُّ، فَإِنْ عُدِمَا فَالْقَاضِي" [67]

"اس معاملے میں اصل سرپرست والد ہے، اگر والد موجود نہ ہو تو دادا، اور اگر وہ بھی موجود نہ ہو تو قاضی کو سرپرست مقرر کیا جائے"۔

یہ قاعدہ یتیم کے سرپرستی کے سلسلے میں بنیادی فقہی اصول بیان کرتا ہے۔ اس کے مطابق، اولیت والد پر ہے کیونکہ وہ سب سے زیادہ ذمہ داری اور حق رکھتا ہے کہ یتیم کے مال و حقوق کی حفاظت کرے۔ اگر والد نہ ہو، تو یہ حق و ذمہ داری دادا پر منتقل ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ قریبی خونی سرپرست ہوتا ہے۔ اور اگر والد و دادا دونوں موجود نہ ہوں، تو قاضی (شرعی عدالت یا حکام) سرپرستی کا فریضہ انجام دیتا ہے تاکہ یتیم کے مال و حقوق محفوظ رہیں۔

فقہاء کے نزدیک اس اصول کا مقصد یہ ہے کہ یتیم کے مال کی حفاظت امانت داری اور قانونی ذمہ داری کے ساتھ یقینی بنائی جائے، اور کوئی بھی شخص بلا اختیار یا غیر قانونی طور پر اس میں تصرف نہ کرے۔ یہ قاعدہ اسلام میں اجتماعی اور فردی ذمہ داری کے امتزاج کو ظاہر کرتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

مالکی فقہاء کے نزدیک ولی یتیم کے مال کو تجارت میں لگا سکتا ہے لیکن اگر نقصان ہوا تو اس کی ذمہ داری ولی پر ہو گی۔ علامہ اس ضمن میں ابن رشدؒ[68] لکھتے ہیں:

"إِنْ تَجَرَ الْوَلِيُّ بِمَالِ الْيَتِيمِ فَالرِّبْحُ لِلْيَتِيمِ وَالْوَضِيعَةُ عَلَى الْوَلِيِّ" [69]

"اگر ولی یتیم کے مال میں کاروبار کرے تو نفع یتیم کا ہو گا اور اگر نقصان ہو تو وہ ولی پر فرض ہو گا"۔

یہ قاعدہ فقہی اصولِ امانت اور سرپرستی کو واضح کرتا ہے۔ یتیم کا مال ولی کے پاس امانت کے طور پر ہوتا ہے، لہٰذا ولی کا حق صرف حفاظت اور درست انتظام تک محدود ہے۔ اگر ولی اس مال کو کسی کاروبار یا سرمایہ کاری میں لگائے، تو اس کے ذریعے حاصل ہونے والا نفع مکمل طور پر یتیم کا حق ہے، کیونکہ اصل مال کا مالک یتیم ہے۔ نقصان یا ضیاع کی صورت میں ولی ذمے دار ہو گا، کیونکہ اس نے امانت میں تصرف کیا اور اس کی حفاظت میں کوتاہی برتی۔ یہ اصول یتیم کے مالی حقوق کی حفاظت اور ولی کی اخلاقی و قانونی ذمہ داری کو یقینی بناتا ہے۔

بحثِ ہفتم: فقہ حنبلی میں یتیم کے مسائل

حنابلہ نے یتیم کے مال کی حفاظت اور کفالت کو "امانت" کے دائرے میں بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں امام ابن قدامہؒ[70] فرماتے ہیں:

"وَالْوَلِيُّ مُؤْتَمَنٌ عَلَى الْيَتِيمِ، فَيَجِبُ عَلَيْهِ حِفْظُ مَالِهِ وَإِنْمَاؤُهُ، وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَكْلُهُ إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ" [71]

"ولی یتیم پر امین ہے، اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے مال کی حفاظت کرے اور اسے بڑھائے، اور اس کے لیے اس کا مال کھانا جائز نہیں سوائے معروف طریقے کے"۔

یہ اقتباس یتیم کے مال کی شرعی حفاظت اور ولی کی ذمہ داری کو واضح کرتا ہے۔ اس میں تین اہم نکات شامل ہیں:

- پہلا، ولی کی امانت داری: یتیم کا مال ولی کے پاس امانت کے طور پر ہے، نہ کہ اس کی ذاتی ملکیت۔ اس لیے ولی پر لازم ہے کہ وہ مال میں کسی قسم کی خیانت یا ناجائز تصرف نہ کرے۔
- دوسرا، حفاظت اور افزائش: ولی صرف مال کو محفوظ رکھنے کا ذمہ دار نہیں، بلکہ اسے بڑھانے اور نفع پہنچانے کی کوشش بھی کرے، تاکہ یتیم کے حق میں اضافہ ہو۔
- تیسرا، معروف طریقے سے استفادہ: ولی صرف اتنی مقدار میں یتیم کے مال سے اپنی ضروریات یا اجرت پوری کر سکتا ہے جو شرعی طور پر جائز اور معروف طریقہ کے مطابق ہو، ورنہ مال کا استعمال حرام قرار پاتا ہے۔

اس اصول سے فقہاء نے یہ اخذ کیا کہ یتیم کے مال میں تصرف ہمیشہ حدود و اصول کی پابندی کے ساتھ ہونا چاہیے اور ولی کی ذمہ داری صرف مالی نہیں بلکہ اخلاقی اور قانونی بھی ہے۔

حنابلہ کے نزدیک اگر قاضی مصلحت دیکھے تو یتیمہ (یتیم بچی) کا نکاح کر سکتا ہے۔ چنانچہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں:

"وَإِنْ زَوَّجَ الْقَاضِي الْيَتِيمَةَ جَازَ إِذَا رَأَى الْمَصْلَحَةَ لَهَا" [72]

"اور اگر قاضی یتیمہ کا نکاح کر دے تو صحیح ہے، بشرطیکہ وہ اس کے لیے مفاد اور بھلائی دیکھے۔"

یہ قاعدہ ظاہر کرتا ہے کہ قاضی یتیمہ کی مصلحت کا سب سے بڑا محافظ ہے۔ حنابلہ کے نزدیک ولی اپنی خدمت کے عوض "معروف اجرت" کے طور پر یتیم کے مال سے نفع اٹھا سکتا ہے، لیکن فضول خرچی یا زیادتی جائز نہیں۔

یتیم کے مال کی حفاظت اور ولایت کے مشترکہ اصول

فقہائے اربعہ یتیم کے مال کی حفاظت اور ان کی ولایت کے سلسلے میں چند مشترکہ اصول بیان کرتے ہیں۔ سب سے پہلے، یتیم کے مال میں ولی امین ہے اور کسی قسم کی خیانت کی صورت میں وہ ضامن ہو گا۔ اگر مال کو تجارت میں لگایا جائے تو حاصل ہونے والا نفع مکمل طور پر یتیم کا حق ہے، اور نقصان ولی پر آئے گا۔ یتیم کے مال کو حوالے کرنے سے پہلے اس کی رشاد کا ہونا ضروری ہے، اور ولی اپنے کام کی معمولی اجرت لے سکتا ہے۔ ضرورت کے وقت قاضی کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ولی مقرر کرے یا تبدیل کرے۔

ولایت صرف مالی سرپرستی تک محدود نہیں، بلکہ یتیم کی تعلیم، اخلاقی تربیت اور معاشرتی نشوونما بھی شامل ہے۔ فقہ حنفی میں ولی پر لازم ہے کہ یتیم کو کسبِ حلال سکھائے، فقہ شافعی میں یتیم کے نکاح میں ولی کی شرکت لازمی قرار دی گئی ہے، فقہ مالکی کے مطابق یتیم کو مال اس وقت تک نہیں دیا جائے گا جب تک وہ رشاد نہ دکھائے، اور فقہ حنبلی میں یتیم کی پرورش کو صدقہ جاریہ شمار کیا گیا ہے۔

بحثِ ہشتم: تفاسیر، معاصر فقہ اور یتیم کی کفالت کا جامع جائزہ

1۔ تفاسیر

(الف) تفسیر طبری

امام طبریؒ نے آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَى ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا﴾[73] کی تفسیر میں لکھا:

"أَخْبَرَ اللَّهُ تَعَالَى أَنَّ آكِلَ مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ، كَأَنَّهُ قَدْ أَكَلَ نَارًا يَتَلَهَّبُ بِهَا فِي جَوْفِهِ"[74]

"یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بیان کی کہ یتیم کا مال ناحق کھانے والا گویا اپنے پیٹ میں آگ بھرتا ہے"۔

(ب) تفسیر قرطبی

امام قرطبیؒ نے یتیم کے حقوق پر بہت تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"فِي هَذِهِ الْآيَةِ أَشَدُّ التَّهْدِيدِ عَلَى أَكْلِ أَمْوَالِ الْيَتَامَى، وَقَدْ أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ مِنَ الْكَبَائِرِ" [75]

"یعنی یہ آیت یتیم کے مال کھانے پر شدید ترین وعید ہے اور علماء کا اجماع ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے"۔

مزید برآں، سورہ النساء کی آیت (6) کی تفسیر میں امام قرطبیؒ نے "رشد" کے تصور کو تفصیل سے بیان کیا اور کہا کہ "رشد" کا مطلب صرف مالی سمجھ بوجھ نہیں بلکہ دینی و اخلاقی رشد بھی ہے۔

(ج) تفسیر ابن کثیر

امام ابن کثیرؒ سورۃ النسآء کی آیت نمبر 2 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"كَانَ أَهْلُ الْجَاهِلِيَّةِ لَا يُعْطُونَ الْيَتَامَى حُقُوقَهُمْ، فَنَهَى اللَّهُ عَنْ ذَلِكَ وَأَمَرَ بِأَدَاءِ الْأَمْوَالِ إِلَيْهِمْ عِنْدَ الْبُلُوغِ" [76]

"یعنی جاہلیت کے لوگ یتیموں کو ان کے حقوق نہ دیتے تھے، اللہ نے اس سے منع کیا اور حکم دیا کہ بالغ ہونے پر ان کے مال لوٹا دیے جائیں"۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

(د) تفسیر جصاص (احکام القرآن)

امام جصاصؒ [77] نے آیت ﴿وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ﴾ [78] کی تفسیر میں لکھا:

"فِيهِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ الْوَلِيَّ لَا يَدْفَعُ إِلَى الْيَتِيمِ مَالَهُ حَتَّى يَعْلَمَ أَنَّهُ يُحْسِنُ التَّصَرُّفَ فِيهِ، وَأَنَّ ذَلِكَ لَا يَكُونُ إِلَّا بِالِاخْتِبَارِ وَالِابْتِلَاءِ" [79]

"اس میں دلیل ہے کہ ولی یتیم کے مال کو اس کے حوالے نہیں کرے گا جب تک کہ یقین نہ ہو جائے کہ یتیم اسے درست طریقے سے استعمال کر سکتا ہے، اور یہ یقین صرف یتیم کی آزمائش اور پرکھ سے حاصل ہوتا ہے"۔

یہ اصول یتیم کے مال کی حفاظت اور ولی کی ذمہ داری کو واضح کرتا ہے۔ فقہاء کے نزدیک یتیم کے مال کی حوالگی سے پہلے ضروری ہے کہ اس کی رشاد اور صلاحیتِ تصرف معلوم ہو۔ یعنی یتیم کو اتنا ذہین اور بالغ سمجھا جائے کہ وہ مال کا صحیح استعمال کر سکے اور اسے ضائع یا نقصان نہ پہنچائے۔ یہ یقین صرف اختبار اور ابتلاء کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے، یعنی یتیم کی قابلیت اور سمجھ بوجھ کو پرکھنا ضروری ہے، تاکہ مال کی حفاظت اور منصفانہ استعمال یقینی بن سکے۔

2۔ معاصر فقہی تحقیقات

(الف) فقہ اکیڈمی (OIC) کے فیصلے

"مجمع الفقه الإسلامي" کے اجلاسوں میں یہ اصول مقرر کیے گئے کہ یتیم کے مال کو صرف نفع بخش اور محفوظ منصوبوں میں لگایا جائے، اور ولی یا متعلقہ ادارہ امین ہے جس پر ہر قسم کے نقصان کی ذمہ داری ہو گی۔ اس کے علاوہ یتیم کی کفالت صرف مالی نہیں بلکہ اس کی تعلیم، صحت اور اخلاقی تربیت کو بھی شامل کرتی ہے تاکہ یتیم مکمل اور متوازن پرورش حاصل کرے۔ [80]

(ب) جدید ریاستی قوانین

پاکستان، سعودی عرب، مصر اور دیگر ممالک کے "عائلی قوانین" میں یتیم کے حقوق کو تحفظ دینے کے لیے خصوصی دفعات رکھی گئی ہیں، جیسے: پاکستان کا "چائلڈ پروٹیکشن ایکٹ" (2004) بچوں کے حقوق اور تحفظ کے لیے قانون ہے، جو بچوں کے خلاف زیادتی، استحصال، اور ناقص دیکھ بھال کی روک تھام کے لیے قواعد وضع کرتا ہے اور سرپرستوں و اداروں پر ذمہ داری عائد کرتا ہے۔ [81] سعودی عرب کا "نظام الوصاية على القصر" بچوں کی ولایت اور یتیموں کے مال کی حفاظت کے لیے شرعی اصولوں پر مبنی نظام ہے، جس میں ولی یا قاضی کی نگرانی، یتیم کی تعلیم و تربیت، اور مالی حفاظت کو قانونی ضمانت دی گئی ہے۔ [82]

الحاصل یہ کہ یتیم کی کفالت اسلامی معاشرت کا بنیادی ستون ہے۔ یہ صرف ایک انفرادی صدقہ یا نیکی نہیں بلکہ اجتماعی و قانونی فریضہ ہے۔ فقہائے اسلام نے اس کے اصول وضع کیے، اور قرآن نے اسے آخرت کی نجات سے جوڑ دیا۔ یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں رسول اکرم ﷺ کا رفیق ہو گا۔

مصادر و مراجع

1 ابن منظور (1232-1311ء)، مکمل نام محمد بن مکرّم بن علی، عربی زبان کے ممتاز لغت نویس اور ادیب تھے، جن کا تعلق رویفع بن ثابت انصاری کی نسل سے تھا۔ ان کی ولادت مصر (یا طرابلس) میں ہوئی اور وہ قاہرہ کے دیوانِ انشاء میں خدمات انجام دینے کے بعد طرابلس میں قاضی رہے۔ ان کی شہرت کی بنیاد ان کی تصنیف "لسان العرب" ہے، جو 20 جلدوں پر مشتمل عربی لغت کی جامع ترین کتاب ہے۔ انہوں نے کتب ادب کو مختصر کرنے میں مہارت دکھائی اور تقریباً 500 کتب تحریر کیں۔ دیگر اہم تصانیف میں "مختار الأغاني"، "مختصر تاریخ دمشق" اور "سرور النفس" شامل ہیں۔ آخر عمر میں نابینا ہو گئے۔ زرکلی، خیر الدین بن محمود بن محمد، کتاب الاعلام، دار العلم للملایین، 2002ء، ج7، ص108

2 ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1994ء، ج12، ص649

3 الفیروزآبادی مشہور لغوی، محدث اور مفسر تھے۔ اصل نام محمد بن یعقوب الشیرازی تھا۔ عراق، مصر، شام، روم اور ہندوستان کے سفر کے بعد زبید میں مقیم ہوئے، جہاں قاضی مقرر ہوئے۔ ان کی شہرت زبان، حدیث اور تفسیر میں بے مثال رہی۔ ان کی مشہور تصانیف میں القاموس المحیط، تنویر المقباس، بصائر ذوي التمییز اور سفر السعادۃ شامل ہیں۔ وہ غیر معمولی حافظے کے مالک تھے اور روزانہ سو سطریں یاد کرتے تھے۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج4، ص245

4 فیروز آبادی، مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1426ھ / 2005ء، ج4، ص189

5 مرتضیٰ الزبیدی (1145-1205ھ / 1732-1790ء) عظیم لغوی، محدث، نسّاب اور ادیب تھے۔ اصل وطن واسط (عراق) اور پیدائش بلگرام (ہند) میں ہوئی، جبکہ زبید (یمن) میں پرورش پائی۔ بعد ازاں مصر میں مقیم ہوئے اور علمی شہرت نے دنیا بھر میں نام پیدا کیا۔ ان کی مشہور تصانیف میں تاج العروس فی شرح القاموس، إتحاف السادة المتقین، اور عقود الجواهر المنیفة شامل ہیں۔ وہ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں پر عبور رکھتے تھے اور مصر میں طاعون کے باعث وفات پائی۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج7، ص85

6 مرتضیٰ زبیدی، ابو الفیض، محمد بن محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس، دار الہدایہ، بلا سن، ج10، ص365

7 دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ دہخدا، دانشگاہ تہران، تہران، 1982ء، ج43، ص210

8 عمید، حسن، فرہنگ عمید، نشر نو، تہران، 1994ء، ص1297

9 فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، لاہور، 2005ء، ص1208

10 نایر، نور الحسن، نور اللغات، مجلس ترقّی ادب، لاہور، 1998ء، ج4، ص561

11 برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی (530-593ھ / 1135-1197ء) فقہِ حنفی کے ممتاز مجتہد، مفسر اور محدث تھے۔ ان کا تعلق فرغانہ کے علاقے مرغینان سے تھا۔ فقہ و اصولِ فقہ میں گہری بصیرت رکھتے تھے اور ادب میں بھی مہارت حاصل تھی۔ ان کی مشہور تصانیف میں بدایۃ المبتدی، اس کی شرح الہدایۃ فی شرح البدایۃ، الفرائض، التجنیس والمزید اور مختارات النوازل شامل ہیں۔ ان کی کتاب الہدایۃ فقہِ حنفی میں بنیادی مرجع سمجھی جاتی ہے۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج5، ص10

12 مرغینانی، ابو الحسن برہان الدین علی بن ابی بکر، الہدایہ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2000ء، ج2، ص498

13 امام محی الدین ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی (631-676ھ / 1234-1278ء) فقہ شافعی کے جلیل القدر عالم، محدث، زاہد اور ناصح امت تھے۔ وہ دنیاوی لذتوں سے دور رہے اور علم و عمل میں ممتاز تھے۔ دار الحدیث الاشرفیہ کے شیخ مقرر ہوئے۔ ان کی مشہور تصانیف میں شرح صحیح مسلم، ریاض الصالحین، الأذکار، المجموع شرح المهذب، الأربعون النوویة اور تهذیب الأسماء واللغات شامل ہیں۔ ان کے علمی آثار نے فقہ و حدیث کے میدان میں گہرا اثر چھوڑا۔ الموسوعة العربية العالمية "النووي، أبو زكريا، ج23، ص112

14 نووی، ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف، روضۃ الطالبین، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1995ء، ج5، ص312

15 ابن رشد، ابو ولید محمد بن احمد، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1988ء، ج2، ص345

16 ابن قدامہ المقدسی (541–620ھ / 1147–1223ء) فقہِ حنبلی کے عظیم امام، محدث اور زاہد عالم تھے۔ ان کا اصل نام عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ تھا۔ فلسطین کے گاؤں جماعیل میں پیدا ہوئے اور بعد میں دمشق و بغداد میں علم حاصل کیا۔ وہ زہد، عبادت، تواضع اور علم میں مشہور تھے۔ ابن تیمیہ نے فرمایا: "شام میں اوزاعی کے بعد ابن قدامہ سے بڑا فقیہ نہیں آیا۔" ان کی معروف تصانیف میں المغنی، الکافی، المقنع، العمدہ اور روضۃ الناظر شامل ہیں، جو فقہ و اصولِ فقہ کے اہم مراجع ہیں۔ الموسوعۃ العربیۃ العالمیۃ "ابن قدامہ المقدسی ج 42، ص 227

17 ابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد، المغنی، دار الفکر، بیروت، 1987ء، ج6، ص210

18 امام الرازیؒ ایک ممتاز مفسر، متکلم، فلسفی اور اصولی عالم تھے۔ آپ کا تعلق ری (طبرستان) سے تھا، جہاں آپ 543ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد اور دیگر علما سے علم حاصل کیا اور مختلف علوم میں مہارت حاصل کی۔ ان کی سب سے مشہور تصنیف "مفاتیح الغیب" (تفسیر کبیر) ہے، جو ایک علمی اور عقلی تفسیر ہے۔ ان کی وفات 606ھ میں ہوئی۔ ابن خلکان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد، وفیات الاعیان، دار صادر، بیروت، 1971ء، ج4، ص248

19 فخر الدین الرازی، ابو عبداللہ محمد بن عمر، تفسیر مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1999ء، ج10، ص121

20 امام ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ اندلس کے مشہور شہر قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک جلیل القدر مفسر، فقیہ، اور ماہرِ لغت تھے۔ قرطبہ کے زوال کے بعد مصر کے شہر اسکندریہ اور پھر صعید مصر ہجرت کی، جہاں آخر عمر تک مقیم رہے۔ دنیا سے کنارہ کش ہو کر علم و تحقیق میں مصروف رہے۔ آپؒ نے فقہ، تفسیر، اور اخلاقیات پر تقریباً تیرہ (13) کتابیں تصنیف کیں، جن میں سب سے نمایاں الجامع لأحکام القرآن ہے، جو فقہی اندازِ تفسیر کا ایک شاہکار ہے۔ دیگر اہم کتب میں التذکرہ بأحوال الموتی وأمور الآخرۃ اور التذکار في أفضل الأذکار شامل ہیں۔ امام قرطبیؒ نے صعید مصر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ قرطبی، أبو عبد اللہ محمد بن أحمد بن ابو بکر، تفسیر قرطبی، دار عالم الکتب، ریاض، 1423ھ / 2003ء مقدمہ، ج1، ص9۔ زرکلی، کتاب الأعلام، ج6، ص43

21 قرطبی، تفسیر قرطبی، ج5، ص27

22 سورۃ الانعام 152:6

23 امام ابو جعفر محمد بن جریر الطبریؒ طبرستان میں پیدا ہوئے اور سولہ برس کی عمر میں طلبِ علم کا آغاز کیا۔ علمی سفر کے بعد بغداد میں مستقل قیام کیا۔ وہ جلیل القدر مفسر، محدث اور مؤرخ تھے۔ ان کی اہم تصانیف میں جامع البیان عن تأویل آي القرآن (تفسیر الطبری) اور تاریخ الأمم والملوک شامل ہیں۔ آپؒ کو "امام المفسرین" اور "ابو التاریخ" کے القابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ بغداد میں وفات پائی۔ طبری، ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید، تفسیر طبری، دار المعارف، قاہرہ، 1376ھ / 1958ء ج1، مقدمہ، ص7

24 طبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تفسیر طبری، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1992ء، ج8، ص111

25 زمخشری (467-538ھ / 1074-1143ء) خوارزم کے علاقے زمخشر میں پیدا ہوئے۔ وہ مشہور معتزلی مفسر، نحوی، لغوی، اور ادیب تھے۔ ان کی مشہور کتاب "الکشاف" قرآن کی تفسیریات میں نمایاں ہے۔ انہوں نے نحو، بلاغت، حدیث، لغت اور ادب پر کثیر تصانیف لکھیں۔ مکہ میں قیام کے باعث انہیں "جار اللہ" کہا جاتا ہے۔ http://www.mawsoah.net

26 زمخشری جار اللہ، ابو القاسم محمود بن عمرو، تفسیر الکشاف، دار الکتب العربیہ، بیروت، 1987ء، ج2، ص45

27 سورۃ النسآء 10:4

28 قرطبی، تفسیر قرطبی، ج5، ص27

29 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر (701ھ–774ھ)، دمشق کے محدث، مفسر اور محدثین کے بڑے عالم تھے۔ آپ نے تفسیر، حدیث اور تاریخ میں گراں قدر خدمات انجام دیں۔ آپ کا شمار اہل حدیث کے مشہور علما میں ہوتا ہے اور ان کی تصنیف تفسیر القرآن العظیم آج بھی جامع اور مستند مانی جاتی ہے۔ http://www.mawsoah.net

30 ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، تفسیر ابن کثیر، دار الفکر، بیروت، 1988ء، ج1، ص264؛ ج2، ص347

31 سورۃ الضحیٰ 9:93

32 فخر الدین الرازی، تفسیر مفاتیح الغیب، ج30، ص223

33 ابن عاشور(1879–1973) تیونس کے عظیم فقیہ، مفسر، محدث اور مفکرِ اسلام تھے۔ وہ جامع زیتونہ کے شیخ الاسلام اور مالکی مفتیوں کے رئیس کی حیثیت سے دینی و علمی خدمات انجام دیتے رہے۔ انہوں نے فقہ، تفسیر، بلاغت، اصولِ شریعت اور سماجی نظام اسلام پر نہایت گہرا علمی کام کیا۔ ان کی مشہور تصانیف میں "مقاصد الشریعة الإسلامیة"، "التحریر والتنویر"، "أصول النظام الاجتماعي في الإسلام" اور "الوقف وآثاره في الإسلام" شامل ہیں۔ انہوں نے بشار بن برد کے دیوان کی تحقیق و اشاعت کی اور کئی علمی مجلات میں مضامین لکھے۔ ان کی علمی بصیرت نے اسلامی فکرِ جدید کی تشکیل میں نمایاں کردار ادا کیا۔ وہ عربی زبان، تفسیر اور مقاصدِ شریعت کے باب میں ایک مصلح اور مجدد کی حیثیت رکھتے تھے۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج6، ص173

34 ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد، التحریر والتنویر، دار سحنون، تیونس، 1984ء، ج30، ص201

35 سورۃ النسآء2:4

36 طبری، تفسیر طبری، ج5، ص13

37 سورۃ البقرۃ220:2

38 ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج1، ص264

39 سورۃ الفجر17:89

40 زمخشری، تفسیر الکشاف، ج4، ص97

41 بخاری، صحیح بخاری، ج8، ص9، رقم الحدیث:6005

42 ابن حجر العسقلاني(773–852ھ/1372–1448م) شافعی محدث، فقیہ اور ادیب تھے۔ اصلاً عسقلان (فلسطین) کے اور پیدائش و وفات قاہرہ میں ہوئی۔ ابتدا میں ادب و شعر میں مہارت حاصل کی، پھر حدیث کی طرف متوجہ ہو کر حافظ الاسلام کہلائے۔ انہوں نے کئی ممالک کا سفر کیا اور امام العراقی کے شاگرد رہے۔ ان کی مشہور تصانیف میں فتح الباري، الإصابة، تهذیب التهذیب، بلوغ المرام اور دیگر کتب شامل ہیں۔ قاضی مصر بھی رہے اور آخر میں گوشہ نشین ہوئے۔ http://www.mawsoah.net

43 ابن حجر عسقلانی، ابوالفضل احمد بن علی، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، دار المعرفہ، بیروت، 1990ء، ج10، ص436

44 ابن حنبل، ابوعبد اللہ احمد بن محمد، مسند احمد، مؤسسة الرسالة، بیروت، 1421ھ/2001ء، ج13، ص22، رقم الحدیث:7576

45 محمد عبد الروؤف المناوی(952–1031ھ/1545–1622ء) مصر کے مشہور عالمِ دین، محدث اور صوفی تھے۔ وہ قاہرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی۔ زہد و عبادت میں مشہور تھے اور عمر کا بڑا حصہ تصنیف و تحقیق میں گزارا۔ ان کی تصانیف کی تعداد اسی (80) کے قریب ہے جن میں فیض القدیر، التیسیر في شرح الجامع الصغیر، کنوز الحقائق، الکواکب الدریة، اور شرح الشمائل للترمذي نمایاں ہیں۔ انہوں نے حدیث، تصوف، ادب، بلاغت، تاریخ اور طب جیسے موضوعات پر کام کیا۔ ان کی علمی خدمات نے اسلامی علوم میں گراں قدر اضافہ کیا۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج6، ص23

46 مناوی، زین الدین محمد المدعو بعبد الروف، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، دار المعرفہ، بیروت، 1994ء، ج2، ص574

47 ابن ماجہ، ابوعبد اللہ محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، دار احیاء الکتب العلمیہ، بیروت، بلا سن، ج2، ص1213، رقم الحدیث:3679

48 امام جلال الدین السیوطی(849–911ھ/1445–1505ء) مصر کے مشہور محدث، مفسر، فقیہ اور ادیب تھے۔ قاہرہ میں پیدا ہوئے، مختلف امام جلال الدین عبد الرحمن السیوطی(849–911ھ/1445–1505ء) مصر کے نامور محدث، مفسر، فقیہ، مورخ اور ادیب تھے۔ قاہرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ شام، حجاز، یمن، ہندوستان اور مغرب کا سفر کیا۔ بعد ازاں گوشہ نشین ہو کر تصنیف و تالیف میں مصروف رہے۔ ان کی مشہور کتابیں الجامع الصغیر، الاتقان اور الدر المنثور ہیں۔ http://www.mawsoah.net

49 سیوطی، جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر، الجامع الصغیر، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1986ء، ج2، ص512

50 مسلم، ابوالحسین مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت، بلا سن، ج4، ص2027، رقم الحدیث:2631

51 نووی، ابوزکریا محیی الدین یحیٰی بن شرف، شرح صحیح مسلم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1995ء، ج16، ص177

52 ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، ج2، ص1213، رقم الحدیث:3678

53 بخاری، صحیح بخاری، ج4، ص10، رقم الحدیث:2766 و مسلم، صحیح مسلم، ج1، ص92، رقم الحدیث:89

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

54 عیاض، ابو الفضل عیاض بن موسیٰ، اکمال المعلم بفوائد مسلم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1996ء، ج6، ص 221

55 علاء الدین أبو بکر بن مسعود بن أحمد الکاسانی حنفی فقیہ تھے جو حلب سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے فقہِ حنفی پر مشہور کتاب "بدائع الصنائع في ترتیب الشرائع " تصنیف کی، جو سات جلدوں پر مشتمل ہے، انہوں نے حلب ہی میں وفات پائی۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج7، ص 37

56 کاسانی، علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1986ء، ج7، ص 184

57 شمس الأئمة محمد بن أحمد بن أبي سهل السرخسي (متوفی 483ھ) خراسان کے شہر سرخس کے مشہور فقیہ و اصولی عالم حنفی تھے۔ انہوں نے شمس الأئمة الحلواني سے تعلیم حاصل کی اور بلند مقام پایا۔ قید کے دوران انہوں نے اپنا عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا "المبسوط" (۳۰ جلدوں میں) املا کرایا۔ اس کے علاوہ "شرح السیر الکبیر"، "شرح مختصر الطحاوي" اور "أصول السرخسي" جیسی اہم تصانیف ان سے منسوب ہیں۔ http://www.mawsoah.net

58 سرخسی، ابن سہل محمد بن احمد، المبسوط، دار المعرفہ، بیروت، 1414ھ/1993ء، ج30، ص 7

59 امام محيي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف النووي (631–676ھ/1234–1278م) مشہور شافعی فقیہ، محدث اور زاہد عالم تھے۔ وہ دار الحدیث الأشرفیة کے شیخ رہے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں مشہور اور دنیاوی لذتوں سے دور تھے۔ ان کی نمایاں تصانیف میں "ریاض الصالحین"، "شرح صحیح مسلم"، "المجموع شرح المهذب"، "الأذكار"، اور "الأربعون النووية" شامل ہیں۔ http://www.mawsoah.net

60 نووی، ابو زکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف، المجموع شرح المہذب، دار الفکر، بیروت، 1997ء، ج15، ص 193

61 امام محمد بن إدريس الشافعي (150–204ھ/767–820م) قریشی فقیہ، محدث اور بانی مذہبِ شافعی تھے۔ ان کی پیدائش غزہ اور پرورش مکہ میں ہوئی۔ قرآن و موطأ امام مالک کم عمری میں حفظ کیے۔ انہوں نے امام مالک، اور محمد بن الحسن الشیبانی سے علم حاصل کیا۔ عراق، حجاز اور مصر میں تدریس و افتا کے مستقل فقہی مکتب قائم کیا۔ ان کی اہم تصانیف "الأم" اور "الرسالة" ہیں۔ ان کا مزار فسطاط (مصر) میں ہے۔ نووی، ابو زکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف، تہذیب الاسماء واللغات، دار الکتب العلمیہ، بیروت، بلا سن، ج1، ص 64

62 شافعی، ابو عبد اللہ محمد بن ادریس، کتاب الأم، دار المعرفہ، بیروت، 1410ھ/1990ء، ج5، ص 21

63 امام مالک بن أنس (93–179ھ/712–795م) مدنی فقیہ اور محدث، اور مذہبِ مالکی کے بانی تھے۔ وہ اہلِ مدینہ میں تربیت یافتہ تھے، نافع اور ابن شہاب الزہری سے تعلیم حاصل کی۔ امام مالک نے اپنی زندگی میں فقہ و حدیث کی تدریس اور تحقیق کی، اور سب سے معروف تصنیف "الموطأ" چالیس سال میں مرتب کی، جو فقہی اور حدیثی مواد کا جامع مجموعہ ہے۔ ان کا مذہب اصولِ کتاب اللہ، سنت، اجماع، قیاس یا عمل اہلِ مدینہ، خبر الواحد، مصالح مرسلة، عرف و استصحاب پر مبنی ہے۔ امام مالک نے سب سے زیادہ تلامیذ کو تربیت دی، اور ان کے مذہب نے مصر، شمالی افریقہ، اندلس اور دیگر ممالک میں وسیع اثر قائم کیا۔ http://www.mawsoah.net

64 مالک، مالک بن انس بن مالک، الموطأ، دار احیاء التراث العربی، 1406ھ/1985ء، کتاب الوصایا، باب ماجاء في مال الیتیم، ج1، ص 492

65 سورۃ النسآء 6:4

66 یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر النمري القرطبي المالكي (368–463ھ/978–1071م)، المعروف بأبو عمر، فقیہ، محدث، مؤرخ اور أدیب تھے۔ وہ حافظ المغرب کہلائے اور طویل سفر کرتے ہوئے علم حاصل کیا۔ انہوں نے قضاء لشبونة و شنترین سنبھالا۔ ان کی اہم تصانیف میں "التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد"، "الاستيعاب في تراجم الصحابة"، "بهجة المجالس وأنس المجالس"، اور "الاستذكار في شرح مذاهب علماء الأمصار" شامل ہیں۔ ان کی تصانیف فقہ، حدیث، تراجم، انساب اور علوم دیگر پر محیط ہیں اور بعض کے نسخے آج بھی مخطوط محفوظ ہیں۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج6، ص 362

67 ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ، الاستذکار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ/2000ء، ج7، ص 156

68 ابن رشد (450–520ھ/1058–1126م) قاضي الجماعة بقرطبة اور مشہور فقیہ مالکی تھے، اور ابن رشد الفیلسوف کے جدّ ہیں۔ وہ زہد و تقویٰ، فضل و کرم اور تدریس کے شوق میں ممتاز تھے۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، جنہوں نے علم و فقہ میں اثر حاصل کیا۔ ان کی اہم تصانیف میں "البيان والتحصيل"، "نوازل ابن رشد" اور "المقدمات الممهدات" شامل ہیں، اور انہوں نے فقہ، وراثت، مسائل خلافية اور مشکلات حدیث پر کام کیا۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج7، ص 410

69 ابن رشد، ابو الولید محمد بن احمد، البیان والتحصیل، دار الغرب الاسلامی، بیروت، 1408ھ/1988ء، ج9، ص 422

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.6 No.1 2022

70 ابن قدامہ المقدسی فلسطینی- دمشقی حنبلی فقیہ و محدث تھے۔ وہ زہد و تقویٰ، علم وفقہ میں ممتاز اور قرآن و حدیث میں مہارت رکھتے تھے۔ ان کی مشہور تصانیف میں "المغنی"، "الکافی"، "المقنع" اور "روضۃ الناظر" شامل ہیں، جو فقہ و اصول فقہ میں معتبر مصادر ہیں۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج6، ص395

71 ابن قدامہ مقدسی، ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد، المغنی، دار الفکر، بیروت، 1985ء، ج6، ص348

72 ابن قدامہ مقدسی، المغنی، ج7، ص65

73 سورۃ النسآء 10:4

74 طبری، تفسیر طبری، ج8، ص123

75 قرطبی، تفسیر قرطبی، ج5، ص100

76 ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج2، ص226

77 أحمد بن علي المعروف بأبي بكر الجصاص (305–370ھ/917–980م) مشہور حنفی فقیہ اور اصولی عالم تھے۔ وہ ری کے علاقے سے تعلق رکھتے تھے اور بغداد میں علم حاصل کیا۔ زہد و تقویٰ کے ساتھ انہوں نے فقہ و اصول میں مہارت حاصل کی اور بغداد میں تدریس و فتویٰ کے ذریعے بہت سے شاگردوں کو فائدہ پہنچایا۔ ان کے شاگردوں میں ابو عبد اللہ الجرجانی اور أبو الحسن الزعفراني شامل ہیں۔ ان کی اہم تصانیف میں "الفصول في الأصول" (أصول الجصاص)، "أحكام القرآن"، "شرح مختصر الكرخي"، شامل ہیں۔ زرکلی، کتاب الاعلام، ج5، ص320

78 سورۃ النسآء 6:4

79 جصاص، ابو بکر احمد بن علی، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1415ھ/1995ء، ج2، ص77

80 مجمع الفقہ الإسلامی، قرارات وتوصیات، منظمۃ التعاون الإسلامي، جدۃ، 2006ء، ج1، ص45–52.

81 Pakistan, Child Protection Act, 2004

82 نظام الوصایہ علی القصر، سعودی عرب، 1992ء